تذکرہ "اشاراتِ بینش"

(۱)

ڈاکٹر شریف حسین قاسمی، دہلی یونیورسٹی

ہندوستان میں فارسی کے بے شمار تذکرے لکھے گئے ہیں۔ لیکن مقابلتاً دیکھا جائے تو ۱۲۲۰ھ/۰۶-۱۸۰۵ء سے ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۷ء کے تقریباً ستاون سال کے عرصے میں جتنے تذکرے فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں تذکروں کی اتنی بڑی تعداد، گزشتہ زمانے میں اتنے قلیل عرصہ میں شاید کبھی معرضِ وجود میں نہیں آئی۔ ڈاکٹر علی رضا نقوی نے اپنی کتاب "تذکرہ نویسی فارسی در ہند و پاکستان"[۱] میں اس عرصہ میں لکھے جانے والے سترہ، فارسی کے اُن تذکروں کا ذکر کیا ہے جن میں صرف فارسی شعرا کا حال بیان کیا گیا ہے۔ یہ تعداد ان تذکروں کی ہے جن کے متعلق معلومات آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس فہرست میں وہ تذکرے شامل نہیں جو اردو شعراء کے بارے میں ہیں، لیکن فارسی زبان میں لکھے گئے ہیں۔

"اشاراتِ بینش" اسی انیسویں صدی عیسوی کے نصف اوّل کے اکثر شعرا[۲] کا مختصر تذکرہ ہے جسے سید مرتضیٰ متخلص بہ بینش نے تالیف کیا ہے۔ اس تذکرہ میں فارسی کے وہ بیشتر شعرا شامل ہیں جو دربار کرناٹک (جنوبی ہند) سے وابستہ تھے۔

مصنف کے حالاتِ زندگی

اشاراتِ بینش کے مولف سید مرتضیٰ بینش، اپنے زمانے کے ایک باحیثیت فارسی شاعر اور نثر نگار

---

[۱] چاپ تہران ۱۹۶۴ء، ص ۲ - ایوانف نے یہ تعداد ... بتائی ہے ... ایشیاٹک سوسائٹی کیٹیلاگ ... ج ۲
ص ...

تھے، مؤلف کے حالاتِ زندگی خود ان کے تذکرہ "اشاراتِ بینش" کے سوا دیگر ہم عصر اور بعد کی تالیفات سے دستیاب ہو جاتے ہیں۔[1]

بینش[2] کے والد کا نام میر صادق الرضوی الحسینی المدراسی (متوفی: ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷-۳۸ء) اور تخلص صادق تھا۔ بینش "چیناپٹن" کے مقام پر ۱۲۲۶ھ/۱۸۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ مادۂ تاریخ ولادت "آفتابِ سپہرِ سیادت"[3] ہے۔ چند واسطوں سے ان کا خاندانی سلسلہ امام حسین سے ملتا ہے۔ بینش کا آبائی وطن مشہد ہے، جہاں سے ان کے بزرگ گلبرگہ آکر قیام پذیر ہوئے۔ ان بزرگوں میں حضرت شاہ ابراہیم مصطفوی الحسینی[4] خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز (۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء — ۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء) کے ماموں تھے۔ شاہ ابراہیم کی اولاد میں، شاہ نور اللہ حسینی، نواب سعادت اللہ خاں (متوفی: ۱۱۴۶ھ/۱۷۳۳-۳۴ء) کے دورِ حکومت میں کرناٹک (جنوبی ہندوستان) پہنچے اور محمد پور (آرکاٹ) میں مستقل قیام اختیار کیا۔ فرانسیسیوں کے فتنہ و فساد میں، نور اللہ حسینی "جیت پیٹھ" کے مقام پر قتل کر دیئے گئے۔ ان کے لڑکے شاہ ابراہیم حسینی، نواب والاجاہ محمد علی خان بہادر (۱۱۶۲-۶۳ھ/۱۷۴۹ء — ۱۲۰۹-۱۰ھ/۱۷۹۵ء) کے عہدِ حکومت میں "چیناپٹن" منتقل ہو گئے اور نواب مذکور کی "سادات نوازی" نے انہیں یہاں مستقل قیام پر مجبور کر دیا۔ شاہ ابراہیم حسینی، مؤلف تذکرہ ہٰذا کے حقیقی دادا ہوتے ہیں۔[5]

بینش کے والد نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء — ۱۲۳۴-۳۵ھ/۱۸۱۹ء) کے دربار میں ملازم تھے۔ یہ تاریخ گوئی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

---

[1] مؤلف کے بیشتر حالاتِ زندگی "اشاراتِ بینش" سے ماخوذ ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے حالاتِ زندگی کے لیے رجوع کریں: نتائج الافکار: ص ۱۲۲-۱۲۴؛ صبحِ وطن: ص ۳۸-۳۹؛ گلزارِ اعظم ص ۱۱۹-۱۲۰؛ صبحِ گلشن: ص ۵۷؛ سخنورانِ بلند فکر ص ۱۵۱-۱۵۸؛ محبوب الزمن: ص ۲۰۵۰۔ ——— [2] اشاراتِ بینش (قلمی) ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری — شمار: ۶۰۔ [3] صبحِ گلشن: ص ۵۷۔ [4] صبحِ گلشن: ص ۵۷، اور محبوب الزمن: ص ۲۰۵ میں مصطفوی کے بجائے مصطفیٰ لکھا گیا ہے۔ [5] اشاراتِ بینش: ص ۱۶؛ نتائج الافکار: ص ۱۲۸۔

جب نواب محمد علی خاں نے امام علی موسیٰ رضا کے روضہ کی زیارت کا عزم کیا تو موصوف نے "یا علی موسیٰ رضا" (۱۲۳۸) سے تاریخ نکالی اور اس مادہ تاریخ کو چاندی کی ایک تختی پر کندہ کرا کر نواب کی خدمت میں پیش کیا۔

بینش کے بڑے بھائی میر مہدی الحسینی متخلص بہ ثاقب کا شمار بھی اس دور کے علماء اور شعراء میں ہوتا تھا۔ ثاقب، بینش سے تین سال بڑے تھے[1] اور نواب غلام محمد غوث خاں اعظم نواب والاجاہ پنجم کے دربار سے وابستہ تھے۔ نواب اعظم نے جب ایک مجلس مشاعرہ[2] کا اہتمام کیا تو ثاقب اس میں برابر شرکت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ثاقب کا مدراس میں ایک مدرسہ بھی تھا جہاں یہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے[3]۔

بینش نے بارہ برس تک اپنے والد سے فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد عربی میں "شرح ملا جامی" تک اور فارسی کی مروّج کتابیں اس دور کے دوسرے اساتذہ سے پڑھیں[4]۔ بینش نے اپنے تین اساتذہ کا نام اپنے تذکرہ "اشارات بینش" میں لکھا ہے۔ ایک مولوی محمد حسن علی ماہلی ہیں، جن سے انہوں نے وقائع گولکنڈہ[5] کے چند سبق پڑھے تھے۔ دوسرے مولوی میران محی الدین قادری واقف ہیں، جنہوں نے مظہر جان جاناں (متوفی: ۱۱۹۵ھ/۸۰-۱۷۸۱ء) کے دیوان کے کچھ حصے اور بیدل کے چند رقعات انہیں پڑھائے[6]۔ تیسرے محمد قادر علی نائطی بیہوش تھے، جن کی خدمت میں مؤلف تذکرہ اشارات بینش نے ابیات مغلقہ اساتذہ پڑھے[7]۔

شعر گوئی میں، بینش نے ابتدا میں اپنے والد اور بڑے بھائی ثاقب سے استفادہ کیا

---

[1] اشارات بینش، ص ۴۲ [2] ایضاً: مقدمہ نواب اعظم نے یہ مجلس مشاعرہ ۱۲۶۲/۴۶-۱۸۴۵ میں تشکیل دی۔ [3] ایضاً ص ۱۰۶؛ نتائج الافکار: ص ۱۲۸۔ [4] ایضاً: ترجمہ بینش
[5] اس کے دوسرے نام وقائع حیدرآباد اور وقائع نعمت خان عالی ہیں۔ [6] اشارات بینش ص ۱۸
[7] ایضاً: ص ۴۴۔ [8] ایضاً: ترجمہ بیہوش۔

اور اس کے بعد، واقف نے ان کی راہ نمائی کی۔[۱]

بینش نے اپنی شاعری کی ابتداء، ایک تاریخی قطعہ سے کی۔ بینش تیرہ سال کے تھے کہ نواب غلام محمد غوث خان اعظم کی ولادت ہوئی اور بینش نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ کہا۔[۲]

شدہ طالع چو نیّر اعظم ماحیٔ ظلمت از جہاں آمد
سالِ مولودش از فلک جستم گفت خورشید لازوال آمد

اس طرح بینش کی شاعری اور ان کے مربی، نواب غلام محمد غوث خان اعظم ہم عمر ہوگئے

اس قطعہ کے علاوہ بینش کے اور دوسرے متعدد تاریخی قطعات، اشاراتِ بینش میں موجود ہیں۔ نتائج الافکار کی تکمیل کی تاریخ بھی بینش نے کہی تھی جو مطبوعہ 'نتائج الافکار' کے آخر میں موجود ہے۔ ان تاریخی قطعات سے پتہ چلتا ہے کہ بینش کو تاریخ گوئی میں اپنے والد کی طرح ملکہ حاصل تھا۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد، مؤلف کی مصروفیات کے بارے میں تفصیل سے اطلاعات نہیں مل سکیں۔ اشاراتِ بینش کے مقدمہ میں مؤلف نے اتنا لکھا کہ نواب محمد غوث خان کی تخت نشینی (۱۲۶۲ھ/۴۶-۱۸۴۵ء) تک وہ ایسے ناسازگار حالات سے دوچار تھے کہ شعر گوئی کی طرف مائل نہ ہو سکے، چوں کہ خود مؤلف کے بقول شعر گوئی کے لیے، فرصت شائستہ اور خاطر جمعی کا ہونا لازمی ہے

مؤلف کے ایک دوسرے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کے مدرسے میں ان کے ساتھ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔[۳] اس کے علاوہ، نواب محمد غوث خان اعظم نے اپنی تخت نشینی کے بعد ایک "مجلس مشاعرہ" کی تنظیم کی۔ اس وقت بینش سیر و سیاحت کی غرض سے حیدرآباد میں تھے۔ نواب نے انہیں مجلس مشاعرہ میں حاضر ہونے کا حکم بھیجا اور بینش حیدرآباد سے لوٹ آئے اور مجلس میں شریک ہوگئے۔[۴] حیدرآباد میں بینش کا یہ قیام دو ماہ سے زیادہ طویل نہ تھا۔[۵]

۱۔ گلزار اعظم، ص ۱۱۹ ۲۔ اشاراتِ بینش: ترجمہ بینش ۳۔ ایضاً، ص ۲۳ ۴۔ اشاراتِ بینش: مقدمہ؛ اس کے برخلاف نواب اعظم نے لکھا ہے کہ جب مجلس مشاعرہ کا انعقاد عمل میں آیا، اس وقت بینش حیدرآباد میں تھے اور محض اس مجلس کی خبر سن کر وہ فوراً لوٹ آئے۔ گلزار اعظم، ص ۱۱۹؛ ۵۔ ایضاً، ص ۱۱۱

بینش ایک مرتبہ ۱۲۶۴ھ/ ۴۸-۱۸۴۷ء میں روزگار کی تلاش میں آسکاٹ بھی گئے۔[1] اسٹوری نے بینش کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ۷۶-۱۲۷۵ھ/ ۱۸۵۹ء میں ایک مدرسہ میں درس دیتے تھے۔ بگمان غالب یہ وہی مدرسہ ہے جو بینش کے بھائی ثاقب کے زیر نگرانی تھا۔ اسٹوری نے دوسری بات جو بینش کے بارے میں لکھی ہے، اس سے بینش کی شہرت، علمیت اور ادبی مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسٹوری کے بقول عظیم جاہ محمد علی خاں سراج الامراء بہادر نائب نواب کرناٹک (۱۲۴۱-۱۲۵۹ھ/ ۱۸۲۵-۱۸۴۳ء) ہندوستان کی عام تاریخ مرتب کرانا چاہتے تھے جس کا نام "عظیم التواریخ" تجویز ہوا۔ یہ تاریخ مولوی صبغت اللہ مخاطب بہ عظیم نواز خاں بہادر معتمد جنگ کی نگرانی میں لکھی جا رہی تھی۔ کام چوں کہ طویل تھا، ایک شخص کے بس کی بات نہ تھی، اس لئے اس کی ذمہ داری مختلف دانشوروں کو سونپ دی گئی، ان علماء میں رضا صاحب معروف بہ حکیم باقر حسین خاں بہادر سب سے زیادہ قابلِ ذکر ہیں۔ رضا صاحب نے عظیم التواریخ کی تکمیل کے لیے نواب سعد اللہ خاں (متوفی: ۱۱۴۵ھ/ ۴۳-۱۷۴۲ء) سے اپنے دور تک کی تاریخ لکھنے کی ذمہ داری قبول کی۔ بد قسمتی سے رضا صاحب اپنا کام ختم کیے بغیر اس دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کی جگہ بینش کا انتخاب کیا گیا۔ بینش نے سیاسی تاریخ فراہم کرنے کا ذمہ لیا۔ لیکن نواب موصوف کی ناگہانی موت کی وجہ سے یہ تاریخ مکمل نہ ہو سکی۔[2]

جس زمانہ میں بینش "مجلس مشاعرہ" کے رکن تھے، اسی دوران ۱۲۶۵ھ/ ۴۹-۱۸۴۸ء میں انہیں "عتباتِ عالیہ" کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ اپنے مربی "نواب غوث خان اعظم" سے تین سال کی رخصت حاصل کی اور اہل و عیال کے ہمراہ نجف اشرف کے لیے روانہ ہو گئے۔[3] انہیں بصرہ میں بڑی زحمت اٹھانا پڑی، بہر کیف کسی طرح کربلا پہنچے اور یہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ بینش کو روضۂ مبارک کے صحن میں سپرد خاک کر دیا گیا[4] اور اس طرح ان کی برسوں پرانی وہ آرزو پوری ہوئی جس کا اظہار ان کے اس شعر سے ہوتا ہے:

---

[1] بینش نے نواب اعظم سے اجازت حاصل کرنے کے لیے ان (باقی حاشیہ صفحہ ۵۴ پر)

هندوستان بنوشت

پابند گرچه هست به هندوستان ... بینش به کربلاست، بیاد تو یا حسین

بینش ایک پختہ کار شاعر تھے، نواب اعظم کی "مجلس مشاعرہ" میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ قدرت اللہ قدرت، مؤلف نتائج الافکار، بینش سے ملے تھے، قدرت ان کے بارے میں لکھتے ہیں:-

جوانیست خوش خلق و فہمیدہ و نکتہ فہم و سنجیدہ، طبع موزوں و فکر رسا دارد[۲]

بینش کے محسن نواب محمد غوث خان اعظم نے ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:-

"درخوش تقریری و حاضر جوابی ہمت گماشت ... باضافۂ مشاہرہ کامیاب گردید بر کلام ہم طرحان خود اعتراضہا می ساخت و در جواب سوالہا می ایشان ہم میپرداخت[۳]"

مزید برآں "اشارات بینش" میں، مؤلف کے بیانات سے ان کی خداداد صلاحیتوں کا علم ہوتا ہے میر مبارک اللہ راغب کا شمار اس دور کے اساتذہ میں ہوتا تھا، بینش کے ابتدائی دور کا کلام جب کبھی راغب کی نظر سے گذرتا، وہ بہت تعریف کرتے اور کہتے: "این کودک شد فی است[۴]"۔ مؤلف کی شاعرانہ مہارت کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ ایک بار مؤلف موصوف نے نو شعر کی ایک غزل اپنے شاگرد علیم اللہ خاں علیم کے اصرار پر آدھے گھنٹے میں کہی[۵]۔ اس غزل کے دو شعر اشارات بینش میں موجود ہیں جو ہمارے شاعر کی پختگی خیال و فکر کے شاہد ہیں۔

منکر چوں دام بخود می پیچم ... فکر تسخیر شکاری دارم
بیلعق از تنگی گورم غم نیست ... در غمش بسکہ فشاری دارم

بینش نے اپنے شاگردوں کی فہرست نہیں دی ہے لیکن تذکرہ میں جابجا ان کے مندرجہ ذیل شاگردوں کا ذکر ہے۔

۱۔ خواجہ سید امیر اللہ متخلص بہ امیر ۲۔ محمد عزیز الدین گہتا دیدہ ۳۔ محمد حبیب اللہ نائطی ذکا ۴۔ علی دوست ذہین ۵۔ محمد رحمت اللہ نائطی رسا ۶۔ محمد علیم اللہ خاں علیم ۷۔ محمد صبغت اللہ نائطی فرحت۔

کے دربار میں انیس بیت کا معذرت نامہ پڑھا جو موصوف نے اپنے تذکرہ "گلزار اعظم" (ص ۱۲۰-۱۲۱) میں نقل کیا ہے۔

[۱] گلزار اعظم (ص ۱۲۳-۱۲۲) لیکن تذکرہ محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "بینش ۱۲۶۵ھ میں کربلا گئے حج و زیارت سے مشرف ہوئے ایک سال بعد مدراس لوٹے اور وطن ہی میں انتقال کیا" اس کے برعکس سخنوران بلند فکر (ص ۱۰۰) میں واپسی کی تردید کی گئی ہے اور گلزار اعظم کے بیان کی تائید میں لکھا ہے کہ بینش نہ حرمین شریفین گئے نہ وہاں سے واپس آئے بلکہ یہ واقعہ ہے کہ وہ عراق گئے تھے اور کربلا میں وفات پا گئے۔

(حاشیہ صفحہ ھٰذا) — [۱] یہ شعر گلزار اعظم میں موجود ہے ص ۱۲۲ [۲] نتائج الافکار ص ۱۲۲ [۳] گلزار اعظم ص ۱۲۱ [۴] اشارات بینش، ترجمۂ راغب [۵] ایضاً ص ۲۵